بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ✦ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴ ربوہ

روزنامہ

الفضل

قائمقام ایڈیٹر یوسف سہیل شوق

فون ۴۴۹

جلد نمبر ۷۱ / ۳۶ | جمعرات ۲۲ شوال ۱۴۰۲ھ، ۱۲ ظہور ۱۳۶۱ ہش، ۱۲ اگست ۱۹۸۲ء | نمبر ۱۸۱

اخبارِ احمدیہ

ربوہ: ۱۱ ظہور/اگست۔ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کمزوری اور بلڈ پریشر کے باعث بدستور ناساز ہے۔ تاہم متلی کی کیفیت میں بہتری ہے۔

احباب کرام خاص التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضرت سیدہ موصوفہ مدظلہا کو صحت کامل عطا کرے اور آپ کا بابرکت سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ رقمطراز ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عزیزم ڈاکٹر مرزا تسلیم خالد ابن صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور عزیزہ حنا بنت صاحبزادہ مرزا حنیف احمد کو ۸ اگست صبح سوا نو بجے بیٹی عطا فرمائی ہے۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بچی کو لمبی زندگی عطا فرمائے، نیک نصیب کرے اور احمدیت کے لئے مفید وجود اور ماں باپ اور خاندان کے لئے قرۃ العین بنائے۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد اور صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد دونوں علاج کے لئے بیرونِ پاکستان گئے ہوئے ہیں۔ ہر دو کی مکمل صحت کے لئے بھی احباب جماعت سے درخواستِ دعا ہے۔

۔۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ بنت حضرت المصلح الموعود کی منجھلی بیٹی عزیزہ سعدیہ صاحبہ کے ناک کا اپریشن لاہور میں مکرم ڈاکٹر ریاض حسن صاحب صدیقی پروفیسر اقبال میڈیکل کالج امتیاز سرجیکل کلینک ۸ حبیب اللہ روڈ لاہور میں کر رہے ہیں۔ اپریشن پیچیدہ اور دیر طلب ہے۔

نیز محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ خود بھی بعارضہ یرقان کافی علیل اور خود لاہور تشریف نہیں لے جا سکتیں۔ ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے اور عزیزہ سعدیہ کے کامیاب اپریشن اور جلد شفایابی کے لئے درخواستِ دعا ہے۔ (حمید احمد کلیم پرائیویٹ سیکرٹری)

اعلانِ تعطیل

مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ یوم آزادی کے مبارک موقع پر ادارہ الفضل کے دفاتر بند رہیں گے۔ لہٰذا اس روز پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمائیں۔ مدیر

سترھویں فضل عمر تعلیم القرآن کلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوگئی

قرآنی تعلیمات کے مطابق زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنا جماعت احمدیہ کا مقصد ہے

کلاس کی اختتامی تقریب میں امیرِ مقامی و ناظرِ اعلیٰ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا طلباء سے خطاب

امسال دو ہزار ۹۵ طلباء و طالبات نے شرکت کی۔ ان میں طلباء ۸۲۱ اور طالبات ۱۲۷۴ ہیں

ربوہ ۱۰ ظہور/اگست۔ جناب امیر صاحب مقامی اور ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے کہا ہے کہ قرآنی تعلیم کا حصول اور قرآنی انوار سے فیض یاب ہونا اور اپنی زندگیوں میں قرآنی تعلیمات کے مطابق انقلاب پیدا کرنا یہ جماعت احمدیہ کے قیام کا حقیقی مقصد ہے۔ محترم صاحبزادہ صاحب سترھویں فضل عمر درس القرآن کلاس کی اختتامی تقریب سے خطاب کر رہے تھے جو آج یہاں صبح ۹½ بجے منعقد ہوئی۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حافظ محمد امجد عارف صاحب نے کی۔ اس کے بعد مکرم مشہود اسلم صاحب نے حضور کی ایک نظم سنائی۔ بعد ازاں مکرم ایڈیشنل ناظر صاحب اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) محترم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب نے کلاس کی مختصر رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال سترھویں کلاس کی کل حاضری ۲۰۹۵ طلباء و طالبات تھے۔ جن میں طلباء ۸۲۱ اور طالبات ۱۲۷۴ ہیں۔ جبکہ سولہویں کلاس میں کل حاضری ۱۸۹۷ تھی۔

ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد کے خطاب کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء اور موجودہ سال ۱۹۸۲ء میں اس کلاس میں نمایاں پوزیشنیں حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے۔ بعد ازاں آپ نے خطاب فرمایا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے اس کلاس کے اختتامی اجلاس میں شریک ہونے پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا اور علم دین حاصل کرنے کے لئے آنے والے طلباء کو مبارک باد دی۔ اور کہا کہ قرآنی تعلیمات کا حصول، انوار قرآنی سے فیض یاب ہونا اور ان کے مطابق اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنا وہ حقیقی مقصد ہے جس کے لئے حضرت اقدس ۔۔۔ اور آپ کے خلفاء کی ہدایات کے مطابق مختلف جماعت ہائے احمدیہ میں قرآن کریم اور حدیث کے درس ہوتے ہیں۔ مختلف اداروں میں قرآن کریم کا علم پڑھایا جاتا ہے۔ اور تمام ذیلی تنظیموں کے فرائض میں علم قرآن سکھانا ضرور شامل ہے اس کے علاوہ عمومی طور پر نظارت اصلاح و ارشاد، نظارت تعلیم اور خصوصی طور پر نظارت اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) کی بنیادی ذمہ داری یہی ہے کہ جماعت میں قرآنی علوم کی ترویج ہو۔ انہوں نے کہا کہ اسی مقصد کے لئے جو متعدد انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک انتظام یہ کلاس ہے جس میں آپ لوگ شریک ہوئے ہیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے فرمایا کہ قرآن مجید نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ مختلف جماعتوں اور علاقوں کے لوگ کچھ عرصہ کے لئے مرکز میں آئیں، دین کا علم حاصل کریں۔ سیکھیں اور پھر واپس اپنے اپنے علاقوں میں جا کر یہ باتیں دوسروں کو سکھائیں اور اس طرح سے انہیں ہوشیار اور بیدار کریں۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے قرآن کریم کے اس منشاء کو پورا کرتے ہوئے اس کلاس میں شرکت کی اور جس حد تک آپ کے لئے ممکن تھا، آپ نے علم دین حاصل کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ دس پندرہ دن کی کلاس میں تمام علوم تو نہیں سیکھے جا سکتے لیکن اتنا ضرور ہے کہ اگر آپ لوگ حسن نیت اور حسن عمل سے اس کلاس میں موجود رہے تو یہ تھوڑی سی پڑھائی بھی آپ کے دلوں میں بیج کا کام دے سکتی ہے۔ پس اسے بیج کے طور پر سمجھیں اور اس سے ایک عظیم الشان درخت بنانے کی کوشش کریں۔ صاحبزادہ صاحب موصوف نے تلقین فرمائی کہ یہاں آپ نے جو کچھ پڑھا ہے اپنے گھروں میں جا کر اسے دہرائیں اور اپنے علم میں مزید اضافہ کریں اور پھر اس علم کو دوسروں تک پہنچائیں۔ یہ بات آپ کے لئے بھی مفید ہوگی اور آپ دوسروں کے لئے بھی مفید ثابت ہوں گے۔

صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت اقدس ۔۔۔ کا الہام ہے کہ ساری بھلائیاں قرآن کریم میں ہیں اور سب سے بہتر اور مبارک وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سب طالب علموں کو علم دین حاصل کرنے اور پھر اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق دے۔ اور آپ میں سے ہر شخص ایسا مخلص اور سچا اور بہادر احمدی بن جائے کہ اس کے ہاتھ میں قرآن کا جھنڈا ہو اور اس کا وجود جہالت اور کفر کی ہر یلغار کو روک کر علم اور ایمان اور صداقت کو پھیلانے والا ہو جائے۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے انعامات حاصل کرنے والے طلباء کو مبارک باد دی اور دعا کرانے سے پہلے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حالیہ دورے کی کامیابی کے لئے خصوصی دعا کی تحریک فرمائی۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نے دعا کرائی جس پر کلاس کا اختتام ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۲۵۴۔ پبلشر: مسعود احمد۔ پرنٹر: سید عبدالحی۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت: دفتر روزنامہ الفضل دارالرحمت غربی ربوہ۔ قیمت: ۵۵ پیسے

سیّدنا حضرت مُصلح مَوعود

تحریکِ پاکستان کے عظیم مجاہد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مٹ جاؤں میں تو اس کی پروا نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو
شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰؐ ہو

مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا یہ تاریخی قول آبِ زر سے لکھا جائے گا کہ

"پاکستان اسی دن وجود میں آگیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا یہ اُس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔

مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے"

قائداعظم مرحوم نے ان چند فقروں میں گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے اور تحریکِ پاکستان اور نظریہ پاکستان اور اس کی بنیاد پر کمال جامعیت کیساتھ روشنی ڈالتے ہوئے بالکل واضح کر دیا ہے کہ تحریک پاکستان کی اساس تبلیغ اسلام ہے اور مسلم قومیت اور نظریہ پاکستان کی بنیاد کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے نزدیک بھی تبلیغ اسلام کو ہر اعتبار سے اوّلیت حاصل تھی چنانچہ وہ ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ:۔

"میرے نزدیک تبلیغ اسلام کا کام اسوقت تمام کاموں پر مقدم ہے

اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصد سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں ہے.... تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے" (اقبال نامہ حصہ اوّل صـ۲۰۹ مرتبہ شیخ عطاء اللہ۔ ایم۔ اے)

علامہ نے ۱۷ اپریل ۱۹۳۲ء کو چوہدری محمد احسن کے نام ایک خط میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ:۔

"اشاعتِ اسلام کا جوش جو ان (یعنی حضرت مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہ ناقل) کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے" (اقبال نامہ حصہ دوم صـ۲۲۲)

قائداعظم اور ڈاکٹر اقبال کی مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں اگر ہم پچھلی صدی ہجری پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالیں تو ہمارے سامنے تحریک پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے علمبرداروں میں جو شخصیات نمایاں ہو کر ابھرتی ہیں ان میں سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (امام جماعت احمدیہ المصلح الموعود نور اللہ مرقدہٗ) کو یہ منفرد اور مثالی شان حاصل ہے کہ آپ کو اس باب میں کم و بیش نصف صدی تک ایک عظیم مجاہد کی حیثیت سے جلیل القدر خدمات بجا لانے کی سعادت جناب الٰہی سے عطا ہوئی۔

یہ ایک نہایت وسیع مضمون ہے اور وہ دن اب دور نہیں جبکہ دنیائے اسلام کے عالی دماغ محقق و مورخ اور مفکر اس بطلِ جلیل کے کارہائے نمایاں کی تفصیلات و جزئیات پر مقالے لکھنا اپنے لیے موجب فخر و باعثِ برکت سمجھیں گے مگر میرا مقصد اس وقت کوئی تفصیلی مقالہ لکھنا نہیں بلکہ پاکستان کی اصل اور صحیح تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے سکالرز اور اہلِ قلم اصحاب کی خدمت میں تحریکِ پاکستان کے اس عظیم الشان راہنما کے صرف سات ایسے قطعی اور یقینی امور اور واقعات پر روشنی ڈالنا ہے جن کے لفظ لفظ پر دستاویزی شہادتوں اور مستند مطبوعہ لٹریچر کی مہر تصدیق ثبت ہے۔

تبلیغ دین کی عالمی جدوجہد

۱۔ یکم و دو جون ۱۹۲۰ء کو الہ آباد میں ہندوستان کے مسلم زعماء کی ایک کنونشن منعقد ہوئی جس میں سلطنتِ عثمانیہ کے ساتھ اتحادیوں کی شرائطِ صلح کا مسئلہ زیر غور آیا۔ جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کی طرف سے حضرت مصلح موعود کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ حضور نے اس تقریب کے لیے "معاہدۂ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" کے عنوان سے ایک اہم مضمون سپردِ قلم فرمایا اور پمفلٹ کی شکل میں تقسیم کیا گیا۔ آپ نے اس مضمون میں معاہدے کی شرائط میں جو نقائص تھے ان کی نشان دہی فرمائی اور اس کے بد اثرات سے بچنے کے لیے ایک تو یہ تجویز فرمائی کہ "فوراً بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ قائم ہو جانی چاہیے جس کا کام یہ ہو کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی مذہبی

سیّد ابوظفر نازش صاحب رضوی کا حقیقت افروز بیان

۱۹۴۰ء میں مجھے ایک سیاسی مشن پر قادیان جانا پڑا۔ اس زمانے میں ہندو اپنی سنگھٹنی شرارتوں کا ایک خاص منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس موقعہ پر مرحوم و مغفور امام صاحب جامع مسجد دہلی اور سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ اور دیگر چوٹی کے مسلم اکابر نے مجھے نمائندہ بنا کر بھیجا کہ حضرت صاحب سے اس باب میں تفصیلی بات چیت کروں اور اسلام کے خلاف اس فتنہ کے تدارک کے لیے اُن کی ہدایات حاصل کروں۔ یہ مشن بہت خفیہ تھا کیونکہ ہندوستان کے چوٹی کے مسلمان اکابر جہاں یہ سمجھتے تھے کہ ہندوؤں کے اُس ناپاک منصوبے کا مؤثر جواب مسلمانوں کی طرف سے صرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی دے سکتے ہیں وہاں وہ عام مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ حضرت صاحب کو اپنا رہبر تسلیم کرتے ہیں۔

میں اس سلسلے میں قادیان تین دن مقیم رہا اور حضرت صاحب سے کئی تفصیلی ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں دو باتیں مجھ پر واضح ہو گئیں ایک یہ کہ حضرت صاحب کو اسلام اور حضور سرورِ کائنات علیہ السلام سے جو عشق ہے اس کی مثال اس دور میں ملنا محال ہے۔ دوسرے یہ کہ تحفظِ اسلام کے لیے جو اہم نکات حضرت صاحب کو سوجھتے ہیں وہ کسی دیگر مسلم لیڈر کے ذہن سے مخفی رہتے ہیں۔ میرا یہ مشن بہت کامیاب رہا اور میں نے دہلی جا کر جو رپورٹ پیش کی اس سے مسلم زعماء کے حوصلے بلند سے بلند تر ہو گئے

.....افسوس کہ وہ وجود جو انسانیت کے لیے سراپا احسان و مروّت تھا۔ آج اس دنیا میں نہیں۔ وہ عظیم الشان سپر آج پیوندِ زمین ہے جس نے مخالفینِ اسلام کی ہر تلوار کا وار اپنے سینے پر برداشت کیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ اسلام کو گزند پہنچے"

("الفضل" ۱۴ اپریل ۱۹۶۶ء صـ۳ تا صـ۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حالت کی اطلاع رکھے اور ہر جگہ کے مسلمانوں کو اپنے مذہب پر ثابت قدمی سے پابند رہنے کی تلقین کرے۔ دوسرے یہ کہ اسوقت اسلام کی ترقی کے لیے ایک ہی راہ کھلا ہے کہ ہم تبلیغ اسلام کے لیے کھڑے ہو جائیں کیونکہ یورپ کو ترکوں سے نفرت اس خیال کی وجہ سے ہے کہ اسلام تہذیب کا دشمن ہے۔" پس اٹھو اور اپنے جوشوں کے پانی کو یونہی زمین پر بہنے دینے کی بجائے تبلیغ اسلام کی نہر کے اندر محدود کر دو تا ان کا کوئی فائدہ ہو اور ان سے کام لیا جائے۔ پانی جب سطح زمین پر بہہ جاتا ہے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا لیکن اگر وہی پانی جب نہر کی شکل میں بند کر دیا جاتا ہے تو اس سے ہزاروں ایکڑ زمین سیراب کی جا سکتی ہے اور آبشاریں بنا کر اس سے بجلی نکالی جا سکتی ہے۔"

اس مضمون کے آخر میں مسلمانوں کو یہ خوشخبری دی کہ "اسلام کی ترقی کا وقت آچکا ہے اور خواہ ساری دنیا مل کر اسلام کو مٹانا چاہے، نہیں مٹا سکتی۔ یہ آخری صدمہ واقعہ میں آخری صدمہ ہے۔ اب اسلام کے بڑھنے کے دن شروع ہوتے ہیں اور اب ہم دیکھیں گے کہ مسیحی کیونکر اس کی بڑھتی ہوئی رَو کو روکتے ہیں۔ خدا کی غیرت اس کے مامور کے ذریعہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور **اب ساری دنیا دیکھ لے گی کہ آئندہ اسلام مسیحیت کو کھانا شروع کر دیگا اور دنیا کا آئندہ مذہب وہی مذہب ہوگا جو اس وقت سب سے کمزور مذہب سمجھا جاتا ہے۔"**

یہ نعرۂ حق بلند کرنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے عہدِ مبارک میں دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے تمام براعظموں میں تبلیغی مشنوں کا ایسا زبردست نظام قائم فرما دیا اور اتنی کثرت سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے احمدی مبلغین بھجوائے کہ غیر مسلم طاقتیں دہشت زدہ ہو گئیں حتیٰ کہ ایک متعصب آریہ سماجی نے لکھا۔

"بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقع پا کر ہمیں جھلس دے گی۔" (اخبار تیج دہلی ۲۵ جولائی ۱۹۲۷ء بحوالہ تاثراتِ قادیان صفحہ ۲۲۱ تا ۲۲۴)

اسی طرح انگلستان کے مایہ ناز تاریخ دان ارنلڈ جے ٹائن بی نے اپنی کتاب "CIVILIZATION ON TRIAL" میں جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی کو ایک ایسی حرکت سے تعبیر کیا جو چند صدیوں کے اندر اندر ایک انقلابِ عظیم برپا کرنے اور دنیا کی کایا پلٹنے کا موجب ہوا کرتی ہے۔

کلمۂ توحید کے پلیٹ فارم پر مسلمانانِ ہند کو جمع کرنیکی کوشش

۲۔ حضرت مصلح موعود نے اوائلِ خلافت سے ہی اپنی تمام تر توجہ اس امر کی طرف مبذول رکھی کہ برِ صغیر کے مسلمانوں کو کلمۂ توحید کے پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے تا وہ اپنے قومی اور سیاسی اور دینی حقوق حاصل کرنے میں فیصلہ کُن کردار ادا کر سکیں۔ اس حقیقت کے ثبوت میں صرف دو اقتباسات کافی ہوں گے۔

۱۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور منعقدہ ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء کی سیاسی راہ نمائی کے لیے حضور نے "اساس الاتحاد" کے عنوان سے ایک اہم رسالہ شائع فرمایا جس میں خلوصِ دل سے زعمائے قوم کو مشورہ دیا کہ:

"اگر آپ لوگ مسلم لیگ بنانا چاہتے اور اسی قسم کی لیگ کی ضرورت بھی ہے تو اس کو کسی خاص سیاست سے وابستہ نہ کریں بلکہ اس کو حقیقی معنوں میں مسلم لیگ بنائیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک لفظ اپنے اپنے دائرہ میں الگ معنیٰ رکھتا ہے لفظ مسلم کی تعبیر مذہبی نقطہ خیال سے اور ہے اور سیاسی نقطہ خیال سے اور مذہبی خیال سے تو مختلف فرقِ اسلام کے نزدیک وہ لوگ مسلم ہیں جو ان اصولی مسائل میں جن میں وہ اپنے نزدیک بنائے اسلام رکھتے ہیں متفق ہو اور سیاسی نقطہ خیال کے مطابق ہر شخص جو رسولِ کریمؐ پر ایمان لانیکا مدعی ہے اور آپ کی شریعت کو منسوخ نہیں قرار دیتا اور کسی جدید شریعت کا قائل نہیں ہے لفظ مسلم کے دائرہ کے اندر آجاتا ہے جب تک جملہ فرقِ اسلام اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں غیر مذاہب کا سلوک ان سب سے ایک ہی طرح کا ہوگا وہ سیاستاً ان میں کوئی امتیاز نہیں کریں گے اور جب تک دنیا سیاسی معاملات میں ہر فرقہ سے جو مسلمان کہلاتا ہے سیاستاً ایک سا سلوک کرے گی۔ اسوقت اسلام کی اس تعبیر کو جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بغیر اس فرق کے سمجھنے کے نہ باہمی امن ہو سکتا ہے نہ باقی دنیا کے مقابلہ میں اسلامی حقوق کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔ پس مسلم لیگ کے یہ معنے نہیں کئے جا سکتے کہ ان مسلمانوں کی انجمن جن کو بعض خاص فریق کے علماء مسلمان کہتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ ان تمام لوگوں کی انجمن جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

پس ضروری ہے کہ مسلم لیگ کے دروازے ہر ایک اس فرقہ کے لیے کھلے ہوں جو اپنے آپ کو مسلم کہتا ہے خواہ اس کو دوسرے فرقوں کے لوگ مذہبی نقطہ نگاہ سے کافر ہی سمجھتے ہوں۔

اور اس کے کفر پر تمام علماء کی مہریں ثبت ہوں۔"

("اساس الاتحاد" صفحہ ۳-۴ مطبوعہ قادیان)

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس اجلاس میں حضرت اقدس کو شمولیت کی باقاعدہ دعوت دی گئی تھی اور جن امور پر مشورہ طلب کیا گیا ان میں پہلا امر یہ تھا کہ

"مسلمان بحیثیت قوم کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں اور ملک کی سیاست میں اپنے طبعی مقام کو کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں۔"

۲۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۲۷ء کو حضور نے الفنسٹن ہال میں نواب سر ذوالفقار علی خان کی زیرِ صدارت ایک بصیرت افروز لیکچر دیا جس میں اتحادِ اسلامی کے مندرجہ بالا نکتہ پر ایک بار پھر زور دیا اور مسلمانانِ ہند کو تلقین فرمائی کہ قومی ترقی چاہتے ہو تو مشترک اسلامی امور میں ایک ہو جاؤ نیز فرمایا:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اختلاف امتی رحمۃ فرما دیا تو اس سے ڈرنا اور گھبرانا کیوں اختلاف کو رحمت بناؤ نہ کہ لعنت..... دیکھو اگر سائنس دانوں میں اختلاف نہ ہوتا تو یہ ایجادات جو آئے دن ہو رہی ہیں اور جن سے ملک اور قوم کو نفع پہنچتا ہے کیونکر ہوتیں اسی اصول پر اگر امت میں رہ کر اختلاف کریں تو رحمت کا موجب ہوگا.....

میری بات کو اچھی طرح سمجھ لو میرا فیصلہ یہ ہے کہ جو فرقہ اپنے آپ کو مسلم کہتا ہے اور قرآن مجید کی شریعت کو منسوخ قرار نہیں دیتا اس سے اتحاد کرلو قومی برکات اور انعامِ قومی، اتحاد کی روح سے وابستہ ہیں"

("لیکچر شملہ" صفحہ ۲۹ مطبوعہ قادیان دسمبر ۱۹۲۷ء)

الحمد للہ ملت کے اس بے مثال فدائی و شیدائی کی آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوئی بلکہ مسلم لیگ نے یہ عظیم الشان نکتہ تسلیم کر کے اسے اپنے منشور میں شامل کر کے واضح طور پر اعلان کر دیا کہ اس کا دروازہ ہر مدعی اسلام کے لیے کھلا ہے چنانچہ مشہور مسلم لیگی لیڈر اور صفِ اوّل کے دیوبندی عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانی نے میرٹھ کی مسلم لیگ کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

"اس (مسلم لیگ) نے اپنے دستور میں اعلان کر دیا ہے کہ ہماری مراد مسلم کے لفظ سے صرف اس قدر ہے **کہ اس میں شریک ہونیوالا اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو اور اس کا کلمہ پڑھتا ہو** کیونکہ مسلم لیگ کوئی مفتیوں کی جماعت نہیں۔ علماء کے فتاوی اپنی جگہ قائم رہیں گے صرف غیر کلمہ گویوں کے مقابلہ میں قدرے توسیع کیا گیا ہے۔" (خطبہ صدارت صفحہ ۱۵ تا ۱۹)

۱۹۴۵ء میں گوجرانوالہ کے ایک کانگرسی عالم نے مسلم لیگ پر طعن کیا کہ "اس میں قادیانی رافضی، اسماعیلی اور بریلوی..... شامل ہیں اور انہی فرقوں کی جماعت بندی کا دوسرا نام مسلم لیگ ہے۔" اس پر مشہور مسلم لیگی راہنما اور ممتاز اہلِ حدیث عالم مولانا میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اس پر محققانہ تنقید کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:۔

"امت مرحومہ کے ان سب فرقوں نے اصل اسلام جو سب میں مشترک اور متفق علیہ ہے یعنی کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اجتماع کیا ہے

اور اس کلمہ طیبہ کے قائلین کو مشرکین وکفار کے تغلب سے، خواہ وہ صنم پرست ہوں یا صلیب پرست ہوں بچانے پر متفق ہوئے ہیں۔ خواہ وہ تغلب اس وقت موجود

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ خواہ اس کا آئندہ اندیشہ ہے اور پاکستان کے **نظام کی بناء اسی بات پر ہے ... اور آپ سے پوشیدہ نہیں کہ سوائے اس کے مسلمانوں کی تنظیم کی کوئی صورت نہیں۔"**

۱۹۴۵ء کے ہنگامہ پرور ایام کی ہی بات ہے جب تحریکِ پاکستان زوروں پر تھی۔ سیالکوٹ کے ایک عالم دین نے بھی احمدیوں کے مسلم لیگ میں موافقت پر اعتراض کیا جس کے جواب میں مولانا میر محمد ابراہیم صاحب نے کلکتہ میں یکم نومبر ۱۹۴۵ء کو ایک معرکۃ الآراء مضمون سپرد قلم فرمایا جس میں آپ نے واشگاف لفظوں اور پورے ایمانی جذبہ کے ساتھ یہ نعرۂ حق بلند کیا کہ:-

"احمدیوں کا اس اسلامی جھنڈے کے نیچے آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد جماعت ہے.....

جو خالص مسلمانوں کی ہے اس میں مسلمانوں کے سب فرقے شامل ہیں۔ پس احمدی صاحبان بھی اپنے آپ کو ایک اسلامی فرقہ جانتے ہوئے اس میں شامل ہو گئے۔ جس طرح کہ اہلِ حدیث اور حنفی اور شیعہ وغیرہ ہم شامل ہوئے **اور اس امر کا اقرار کہ احمدی لوگ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، مولانا ابوالکلام صاحب کو بھی ہے ان سے پوچھئے۔**

اگر وہ انکار کریں گے تو ہم ان کی تحریروں میں دکھا دیں گے۔"

مولانا میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی مندرجہ بالا خیال افروز تحریرات اُن کی مشہور کتاب "پیغامِ ہدایت در تائیدِ پاکستان" کے صفحہ ۱۱۲ اور ۱۹۲ سے ماخوذ ہیں۔ یہ کتاب جو قیامِ پاکستان کی اصل تاریخ معلوم کرنے کے لیے نہایت قیمتی اور بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے ۲۳ جنوری ۱۹۴۶ء کو سیالکوٹ سے شائع ہوئی اور ثنائی پریس امرتسر میں طبع ہوئی۔ قیامِ پاکستان کے مجاہدانہ اور سرفروشانہ جہاد میں کون شامل تھا اور کون شامل نہیں تھا؟ اس کا یقینی علم حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے اور پاکستان کا کوئی تاریخ دان اس کو نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

مسلم قوم کی بقاء و استحکام کے لیے آٹھ بنیادی نکات

۱۹۲۷-۲۸ء کے آخر میں برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان کو مزید سیاسی حقوق دینے اور دوسرے اہم ملکی مسائل کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیشن بھیجنے کا اعلان کیا جس کے پریذیڈنٹ انگلستان کے بیرسٹر سر جان سائمن مقرر کئے گئے۔ کمیشن کے فرائض میں یہ داخل تھا کہ وہ ہندوستان آکر مرکزی اور صوبائی قانون ساز اسمبلیوں اور کونسل آف سٹیٹ کے نمائندوں اور حکومت کے افسروں اور ہندوستانی جماعتوں کے خیالات معلوم کرکے اور مختلف شہادتوں کو قلمبند کرکے اور متعلقہ امور کی تحقیقات کرکے اپنی رپورٹ برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دے تا آئندہ دستورِ اساسی کی تیاری میں اس سے مدد مل سکے۔ کمیشن کا اعلان ہوتے ہی آل انڈیا نیشنل کانگریس اور اس کے ہم اثر زعماء حتیٰ کہ بعض ممتاز ذہین اور چوٹی کے قوم پرور مسلمان سیاستدانوں نے بھی کمیشن کا بائیکاٹ کر دیا مگر حضرت مصلح موعودؓ نے اس نازک موقعہ پر مسلمانانِ ہند کو بتایا کہ کانگرس کا بائیکاٹ ہندوؤں کی ایک خطرناک چال ہے۔ ان کے انگلستان کے مدبروں اور انگریزی حکومت کے چوٹی کے انگریز افسروں سے گہرے تعلقات ہیں جن کی وجہ سے ان پر یہ اثر ہے کہ ہندوستان کے اصل مطالبات وہی ہیں جو کانگریسی لیڈر پیش کرتے ہیں۔ اب یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے مطالبات پیش کرنے کا جو موقعہ پیدا ہوا ہے۔ وہ بھی بائیکاٹ میں شامل ہو کر ضائع کر دیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کا کانگریس کی طرح کمیشن کا بائیکاٹ کرنا مسلم مفاد کے سراسر خلاف اور سخت مہلک ثابت ہوگا۔ اس صورت میں کمیشن جو رپورٹ مرتب کرے گا وہ الف سے لے کر یے تک ہندو لیڈروں کے دیئے ہوئے علم پر مبنی ہوگی۔ اس سلسلہ میں حضور نے "مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت" کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے حقوق کو بالوضاحت کمیشن کے سامنے پیش کریں اور ساتھ ہی آٹھ نکات کی نشان دہی فرمائی جو مسلمانانِ ہند کی ملی اور قومی زندگی کے تحفظ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے تھے اور حضور کے آسمانی دماغ کا شاہکار تھے ذیل میں ان نکات و مطالبات کی تفصیل حضور ہی کے قلمِ مبارک سے دی جاتی ہے

اوّل قلیل التعداد جماعت کے حقوق کی حفاظت۔ اس کے متعلق پورے طور پر اپنے مطالبات اور دلائل کا ذخیرہ جمع کر لینا چاہیئے۔ یورپ میں چونکہ پارٹیوں کی طاقت بدلتی رہتی ہے۔ اس لیے انگریزوں کے نزدیک قلیل التعداد کی حفاظت کا سوال چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جو آج کم ہیں کیوں وہ زیادہ ہونے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ وہاں پارٹیوں کی بنیاد سیاسی خیالات پر ہے جو بدلتے رہتے ہیں اور یہاں مذہب پر جو بہت کم ملتی ہے اور اس وجہ سے جو کثیر التعداد ہیں وہ بظاہر حالات ہمیشہ کثیر التعداد رہیں گے۔ جب تک تبلیغ سے ان کو اپنا ہم مذہب نہ بنا لیا جائے اور قلیل التعداد جماعت ہمیشہ گھاٹے میں رہے گی۔ پس انگلستان اور ہندوستان کے فرق کو سمجھا کر کمیشن کے پرانے تعصب کو جسے ہندو بیانات نے اور بھی بڑھا دیا ہے، دور کرنا ہے:

دوسرے ادنیٰ اقوام کے حقوق کا سوال گو یہ سوال اسلامی نہیں لیکن مسلمانوں کو ادنیٰ اقوام کی مدد کرنی چاہیئے کیونکہ اس وقت تک ہندوؤں کو مسلمانوں پر غلبہ ادنیٰ اقوام کی وجہ سے ہے، ہندو لوگ چوہڑوں وغیرہ کو حق تو کوئی نہیں دیتے لیکن انہیں ہندو قرار دیکر ان کے بدلہ میں خود سیاسی حقوق لے لیتے ہیں مسلمانوں کا فرض ہے کہ انہیں ابھاریں۔ ان کی تنظیم میں مدد دیں اور کمیشن کے سامنے ان کے معاملہ کو پیش کرنے میں اعانت کریں:

تیسرے جداگانہ انتخاب: یہ مستقل طور پر کوئی حق نہیں لیکن ہندوستان کے مخصوص حالات میں اس کی سخت ضرورت ہے اور اس کے بغیر کبھی بھی مسلمان ترقی نہیں کر سکیں گے پس اس امر پر زور ہونا چاہیئے کہ اس حق کو ہندوستان کے اساسی قانون میں داخل کیا جائے اور جب تک مسلمان قوم بہ حیثیتِ قوم راضی نہ ہو اس میں کوئی تبدیلی نہ کی جا سکے:

چوتھے پنجاب اور بنگال اور جو آئندہ صوبے بنیں جن میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہو ان میں مسلمانوں کو اس قدر حقوق دیئے جائیں کہ ان کی کثیر التعداد قلیل التعداد نہ ہو جائے اس وقت بنگال کے چھپن ۵۶ فیصد مسلمانوں کو چالیس ۴۰ فیصدی حق ملا ہوا ہے اور پنجاب کے پچپن ۵۵ فیصدی کو قریباً پینتالیس ۴۵ فیصدی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان کسی صوبہ کو اپنا بھی نہیں کہہ سکتے اور آزاد ترقی کے لیے ان کے لیے کوئی بھی راستہ نہیں کھلا۔

پانچویں صوبہ سرحدی میں اصلاحی طریق حکومت کے لیے کوشش ہونی چاہیئے اور سندھ کے متعلق یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ بمبئی سے الگ کیا جا کر ایک مستقل صوبہ قرار دیا جائے۔

چھٹے کامل مذہبی آزادی۔ اس امر کو اساسی قانون میں داخل کرنا چاہیئے کہ کوئی دوسری قوم آزادی کے کسی مرتبہ پر بھی کسی ایسے امر کو جو کسی دوسری قوم کی مذہبی آزادی سے تعلق رکھتا ہو، محدود نہیں کر سکے گی۔ خواہ براہ راست مذہبی اصلاح کے نام سے خواہ تمدنی اور اقتصادی اصلاح کے نام سے۔ بلکہ ہر قوم کی اقتصادی اور تمدنی اصلاح خود اس کے منتخب شدہ ممبروں کے اختیار میں رہنی چاہیئے۔

ساتویں تبلیغ ہر وقت اور ہر زمانہ میں قیود سے آزاد رہے گی اور اسے کسی رنگ میں روکا نہیں جائے گا۔ مثلاً یہ شرط لگا کر کہ مجسٹریٹ کی اجازت سے کوئی شخص مذہب بدل سکتا ہے۔ وغیر ذالک۔ اس قسم کی قیود سے پہلے مختلف ملکوں میں تبلیغ کو روکا گیا ہے اور خطرہ ہے کہ ہندوستان میں بھی ہندو لوگ ایسا ہی کریں۔

آٹھویں زبان کا سوال یعنی زبان کو کبھی قانوناً نہیں بدلا جائیگا مسلمانوں کو اردو زبان میں تعلیم حاصل کرنے کی پوری اجازت ہوگی اور جن صوبوں میں اردو رائج ہے ان میں اردو زبان قانونی زبان ہمیشہ کے لیے قائم رہے گی۔ زبان کا سوال کسی قوم کی ترقی کے لیے اہم سوال ہوتا ہے پس اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے یورپ میں بعض سخت جان قوموں کو ان کی زبانیں بدل کر ہی بند کیا گیا ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ کسی دن ہندوؤں کی طرف سے بھی ایسی ہی کوشش ہو۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں لیکن یہ اہم امور ہیں جن کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے مگر سوال یہ ہے کہ ان امور کو کمیشن تک بصورتِ احسن پہنچا دیا جائے۔ اس کے لیے میری طرف سے یہ تجویز ہے کہ ہر شہر اور قصبہ میں ایک اسلامی مقامی انجمن بنائی جائے جو کسی خاص خیال کی پابند نہ ہو۔

اس کی غرض صرف یہ ہو کہ تمام تجاویز جو مختلف لوگوں اور انجمنوں کی طرف سے شائع ہوں، وہ ان پر غور کرے اور سب تجاویز پر غور کرکے اپنی ایک رائے قائم کرے۔ اس کے بعد جس جس جماعت سے اس کا خیال ملتا ہو، ریزولیوشن کے ذریعہ سے اسے اطلاع دے کہ فلاں فلاں شہر کے مسلمانوں کی کثرت اس خیال میں آپ سے متفق ہے قلیل التعداد خیال کی رائے کو بھی شائع کیا جائے۔ اس طرح ایک بہت بڑا فائدہ ہوگا اور وہ یہ کہ ہر ایک رائے پر آزادانہ غور ہو سکے گا اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی خاص پارٹی کے اچھے یا برے خیالات کا پابند نہ ہونا پڑے گا۔ اور مسلمانوں کی صحیح رائے کمیشن تک پہنچ جائے گی۔"

("مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت")
(صفحہ ۱۶ تا ۱۸ ناشر سیکرٹری صیغہ ترقی اسلام قادیان)

حضرت مصلح موعود کی اس بروقت راہنمائی کا ایسا زبردست اثر ہوا کہ ان نکات کی بازگشت ملک کے کونے کونے میں سنائی دینے لگی اور محب وطن اور معاملہ فہم مسلمانوں کا ایک کثیر طبقہ کانگرس کی چال کو بھانپ گیا اور سائمن کمیشن سے تعاون پر تیار ہو گیا۔

مسلم مطالبات کی شاندار ترجمانی اور بے مثال دفاع اور زبردست انتباہ

۴۔ سائمن کمیشن کی تحقیقات ابھی جاری تھی کہ وزیر ہند مسٹر برکن ہیڈ نے بیان دیا کہ ہندوستانی اس درجہ اختلاف رائے رکھتے ہیں کہ وہ مستقبل کے لیے کوئی متحدہ دستور اساسی تشکیل نہیں دے سکتے۔ آل انڈیا کانگرس نے اس چیلنج کے جواب میں اگست ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ کو سارے ملک کے نمائندہ آئین (CONSTITUTION) کی حیثیت سے شائع کر دیا۔ اس رپورٹ کو نہ صرف کانگرس نواز مسلم حلقوں کی تائید حاصل تھی بلکہ ہندوستان کی انگریزی حکومت بھی بہت حد تک اس کی پشت پناہ تھی جس کا ناقابلِ تردید ثبوت یہ ہے کہ ستمبر ۱۹۲۸ء کے دوسرے ہفتہ میں گورنمنٹ آف انڈیا کے سنٹرل پبلسٹی بیورو کی طرف سے تمام صوبجاتی اشاعتی مرکزوں، پولیس اور انتظامی افسروں کے نام ہدایات جاری کی گئیں کہ نہرو رپورٹ کی مخالفت نہ کی جائے اور جو جلسے اس کی تائید میں منعقد ہوں ان کی حفاظت کے لیے بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونا چاہیئے۔

(اخبار "انقلاب" لاہور ۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۲)

یہ تھے وہ حالات جن میں "نہرو رپورٹ" کے خلاف حضرت مصلح موعود مردِ مجاہد بن کر میدانِ عمل میں آ گئے۔ اور آپ نے اس میں پوشیدہ مسلم دشمنیوں، منصوبوں اور سازشوں کو ایسے مدلل رنگ میں بے نقاب کیا کہ نہ صرف یہ کہ مسلمان اپنے حقوق اور مطالبات کی ضرورت و اہمیت کے اعتبار سے بصیرت اور یقین کے ایک مینار پر کھڑے ہو گئے بلکہ کانگرسی لیڈروں نے اپنا پردہ چاک ہوتے دیکھ کر اس رپورٹ کو خود دریا برد کر دیا حضرت مصلح موعود کا رقم فرمودہ تبصرہ۔

"مسلمانوں کے حقوق اور "نہرو رپورٹ" کے نام سے شائع شدہ ہے جسے تاریخ پاکستان میں ایک انقلاب آفریں سنگِ میل قرار دیا جائے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔"

حضرت مصلح موعود نے اپنے تبصرے میں مسلمانوں کے ایک ایک مطالبہ کو لیا اور دنیا کے مشہور و مہذب ممالک کے قوانین کی رو سے اس کی معقولیت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دکھایا اور رپورٹ میں جس ظالمانہ طور پر مسلمانوں کے ہر مطالبہ کو پامال کیا گیا تھا اور اکثریتی صوبوں میں بھی ان کے حقوق کو غصب کرنے کا منصوبہ باندھا گیا تھا اس کو تو اس طرح کھول کر بیان فرمایا کہ گویا دن ہی چڑھا دیا چونکہ نہرو رپورٹ سے بیرونی دنیا پر یہ اثر ڈالنا بھی مقصود تھا کہ مسلم اقلیت کے خصوصی تحفظ کے لیے جمہوری نقطہ نگاہ سے الگ قوانین بنانے کی ضرورت نہیں اسلیئے حضور نے ایسے چھ وجود کی نشان دہی فرمائی جن کے مطابق مسلم اقلیت کے تحفظ کی خاص ضرورت تھی۔

حضور نے اس مرحلہ پر بھی مسلمانانِ ہند کو دردِ دل سے نصیحت کرتے ہوئے یہ زبردست انتباہ کیا کہ:

"چونکہ اس ملک میں نیابتی حکومت کی بنیاد ڈال دی گئی ہے۔ اس لیے انگریز بھی روز بروز ہندوؤں کی طرف جھک رہے ہیں ان کے اندر وہی مقولہ تغیر پیدا کر رہا ہے کہ

ع یار غالب شو کہ تا غالب شوی

اور ابھی تو ابتداء ہے جس وقت ہندوستان کو کامل نیابتی حکومت مل گئی اور اسمبلی پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت تو انگریزوں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوگا کہ ہندوؤں کی خوشی اور رضا کو حاصل کریں۔ آئرلینڈ میں اپنے ہموطنوں اور ہم مذہبوں کے مقابلہ میں اگر جنوبی آئرلینڈ والوں کی بات کو انگریزوں نے تسلیم کر لیا تھا تو ہندوستانی مسلمانوں کا ساتھ خلافِ مصالح ملکی کے وہ کب دینے لگے۔ پس مسلمانوں کو آج ہی ہوشیار ہو جانا چاہیئے اور اپنے حقوق محفوظ کر لینے چاہئیں ورنہ جو کچھ وہ آج چھوڑیں گے کل انہیں کسی صورت میں نہیں مل سکے گا اور ان کے لیے دو ہی دروازے کھلے ہوں گے۔ یا اپنے مذہب کو خیرباد کہہ کر ہندوؤں سے جا ملنا اور یا پھر آہستہ آہستہ اپنی قوم کو تباہ اور برباد ہوتے دینا۔ کیا ان دونوں طریقوں میں سے کسی کو بھی مسلمان پسند کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو میں آج انہیں یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوتا ہوں کہ اپنے حقوق لینے کا یہی وقت ہے۔ اس وقت آپ نے غلطی کی تو پھر آپ کا ٹھکانا کہیں نہ ہوگا۔ پس جلد بازی سے آزاد حکومت کی لالچ میں اپنی موجودہ آزادی کو بھی نہ کھو ڈالیں اور ایک دوسرے سپین کا نظارہ پیدا نہ کریں کہ ہمارے رونے کے لیے پہلا سپین ہی کافی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان کی آزادی کے لیے کوشش نہ کرو۔ اب جبکہ انگلستان نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے اس کے لیے جو جائز کوشش کی جائے۔ میں اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کے شریک ہوں مگر جو چیز مجھ پر گراں ہے اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر آئندہ طریقِ حکومت پر راضی ہو جائیں۔ اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے

اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ جب تک کہ دونوں مسلم لیگز کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے۔ اس وقت تک وہ کسی صورت میں بھی سمجھوتے پر راضی نہ ہوں ورنہ جو خطرناک صورت پیدا ہو گی اس کا تصور کر کے بھی دل کانپتا ہے۔" ("مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ" صفحہ ۳۵ تا ۳۶ ناشر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان)

گول میز کانفرنس میں مسلم حقوق کی حفاظت کیلئے ایک بے نظیر تصنیف

۵۔ ۱۲ مئی ۱۹۳۰ء کو لارڈ ارون وائسرائے ہند نے اعلان کیا کہ برطانوی حکومت اس سال کے آخر میں سیاسی ارتقاء کے پہلوؤں اور بالخصوص اقلیتوں کے مسائل پر غور کرنے کے لیے ایک گول میز کانفرنس منعقد کرے گی اور اس میں ہندوستانی نمائندے شرکت کریں گے یہ کانفرنس لندن میں تین بار منعقد ہوئی۔

۱۔ نومبر ۱۹۳۰ء تا جنوری ۱۹۳۱ء
۲۔ ستمبر ۱۹۳۱ء تا دسمبر ۱۹۳۱ء
۳۔ نومبر ۱۹۳۲ء تا دسمبر ۱۹۳۲ء

حضرت مصلح موعودؓ نے مسلم حقوق کی حفاظت کے اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے "ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" کے نام سے ایک بے نظیر تصنیف کی اور نہایت مختصر اور محدود وقت کے باوجود اس کا انگریزی ایڈیشن شائع کرا کے بذریعہ ہوائی جہاز عین اس وقت لندن پہنچا دیا جبکہ کانفرنس کی کارروائی کا آغاز ہونے والا تھا اس تبصرہ میں سائمن رپورٹ اور مسلمانوں کے حقوق و مطالبات کی معقولیت پر سیرِ حاصل بحث کی گئی تھی جس سے راؤنڈ ٹیبل کے مسلمان نمائندوں کو ازحد تقویت پہنچی اور انگلستان کا بااثر طبقہ بھی اس سے بہت متاثر ہوا۔ حضرت مصلح موعود کی معرکۃ الآراء کتاب نے جن بڑے بڑے انگریز سیاستدانوں اور مدبروں کے خیالات میں ایک جنبش پیدا کر ڈالی ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

سر ہون اوطر، لیفٹیننٹ کمانڈر کیونزدی ممبر پارلیمنٹ سر میلکم ہیلی گورنر صوبہ یوپی، سابق گورنر پنجاب، لارڈ کرزن سابق وزیر ہند، میجر آر۔ ای فشر، آنریبل پیرڈسن سی ایس آئی سی، لارڈ ہیلشم، لارڈ سڈنہم۔ ایل ایم ایمری ممبر کنزرویٹو پارٹی۔

برطانوی مدبرین کے لیے یہ پہلا موقعہ تھا کہ ہندوستان کے دستور اساسی اور مسلم اقلیت سے متعلق ایسے مبسوط جامع اور معلومات افزا خیالات ان کے مطالعہ میں آئے۔ تصویر کا یہ دوسرا رخ انہیں یہ احساس دلانے کے لیے بھی کافی تھا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں میں ایسی مقتدر شخصیتیں موجود ہیں جو اپنے علم و بصیرت اور تجربہ اور قلم و لسان کی قوت سے اپنی قوم کی صحیح ترجمانی کرنے اور دنیا کے مدبروں کی گردنیں جھکانے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہیں۔

ایک ضمنی بات

یہاں ضمناً یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ قرآن و سنت کے مطابق اگرچہ حضرت مصلح موعود ہمیشہ حکومت وقت کی اطاعت کی تلقین فرماتے تھے اور محض اسی لیے برٹش انڈیا کے قانون کا احترام ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن اس کے یہ ہرگز معنی نہ تھے کہ آپ معاذ اللہ انگریزوں سے مرعوب تھے بھلا وہ شخص کیسے مرعوب ہو سکتا ہے جو مغربی تہذیب کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری سمجھتا ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جیسا کہ حضور نے ۱۹۲۴ء میں پُر جلال انداز میں فرمایا کہ:-

"آج دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب ہے اس کی تصویر کھینچنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ کوئی چیز آج اسلام کی باقی نہیں۔ نہ تمدنی احکام قائم ہیں نہ سیاسی احکام قائم ہیں نہ اقتصادی احکام قائم ہیں اور نہ مخفی احکام قائم ہیں۔ ہر چیز میں آج تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لیے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہوگی جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بُغض نہیں ہوگا۔ اتنا بُغض کہ اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز سے بُغض نہ ہو اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ہم میں سے جو بھی شخص مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے جو بھی اس تہذیب سے متاثر ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں جس تہذیب نے اسلامی تمدن کی شکل کو مسل دیا۔ جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کر دیں کبھی چین اور اطمینان کی نیند سو نہیں سکتے وہ لوگ جو یورپ کی نقالی کرتے ہیں، جو مغربیت کی رَو میں بہتے چلے جاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارے تن بدن میں تو ان کی ہر چیز کو دیکھ کر آگ لگ جانی چاہیے کیونکہ ہم اور مغربیت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یا ہم زندہ رہیں گے یا مغربیت زندہ رہے گی۔" (الفضل ۲۶ راگست ۱۹۲۴ء صفحہ ۳)

اسی دور میں حضور نے جبکہ انگریز اقتدار کا آفتاب نصف النہار پر تھا آپ نے پُر شوکت اعلان بھی فرمایا:-

"ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس وقت ایک ذہنی آزادی عطا کی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ ہم میں سے ہر شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر ہی (خواہ ہم اس وقت تک زندہ رہیں یا نہ رہیں لیکن بہرحال وہ عرصہ غیر معمولی طور پر لمبا نہیں ہو سکتا) ہمیں تمام دنیا پر نہ صرف علمی برتری حاصل ہوگی بلکہ سیاسی اور مذہبی برتری بھی حاصل ہو جائیگی اب یہ خیال ایک منٹ کے لیے بھی کسی سچے احمدی کے دل میں غلامی کی روح پیدا نہیں کر سکتا۔ جب ہمارے سامنے بعض حکام آتے ہیں تو ہم اس یقین اور وثوق کے ساتھ ان سے ملاقات کرتے ہیں کہ کل یہ نہایت ہی عجز اور انکسار کے ساتھ ہم سے استمداد کر رہے ہوں گے۔ ہم انگریزی قوم کو عارضی طور پر مسلمانوں پر غالب دیکھتے ہیں مگر مستقل طور پر اسے اسلام کا غلام بھی دیکھ رہے ہیں۔

ہماری مثال اس وقت ایسی ہی ہے جیسے کوئی بڑا آدمی جب کسی چھوٹے آدمی کے ہاں بطور مہمان جاتا ہے تو کچھ عرصہ کے لیے وہ اس کے قوانین کا پابند ہوتا ہے۔ جیسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ خواہ کوئی کتنا بڑا آدمی ہو جب کسی دوسری جگہ جائے تو وہاں کے امام کے تابع ہو کر رہے۔ خواہ وہ امام چھوٹا ہی ہو اسی طرح جب گورنر کسی دورہ پر جاتا ہے تو گو وہ بڑا ہوتا ہے مگر ڈپٹی کمشنر کی مرضی اور اس کے بنائے ہوئے پروگرام کے ماتحت اسے کام کرنا پڑتا ہے۔ حضرت عمرؓ جب شام میں گئے تو حضرت ابو عبیدہؓ جو وہاں کے امیر تھے انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کا پروگرام کیا ہوگا حضرت عمرؓ نے فرمایا یہاں میرا پروگرام نہیں بلکہ تمہارا پروگرام ہوگا اور جو کچھ تم کہو گے اسی طرح میں کروں گا۔ اب حضرت عمرؓ کا اس وقت ایک قسم کی ماتحتی قبول کر لینا یہ معنے نہیں رکھتا کہ حضرت عمرؓ نے دوسرے کی غلامی پسند کر لی۔ عمرؓ بہرحال عمرؓ تھے۔ وہ حاکم تھے۔ روحانی بادشاہ تھے اور خلیفۂ وقت تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ ان کے تابع تھے۔ مگر تھوڑی دیر کے لیے حضرت عمرؓ نے بھی ان کی ماتحتی اختیار کر لی۔ اسی طرح ہم جو دنیوی حکام کو ملتے ہیں تو اسی رنگ میں ملتے ہیں کہ انہیں اس وقت عارضی طور پر ہم پر برتری حاصل ہے۔ مگر ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ کل وہ ہمارے شاگرد ہوں گے اور ہر قسم کی ترقی کے حصول کے سبق وہ ہم سے لے سکیں گے۔" (الفضل ۲۲ راپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۶)

اسی ضمنی مگر اہم وضاحت کے بعد میں دوبارہ اصل موضوع کی طرف عود کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مصلح موعود کی کتاب "ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" اسلامی دنیا میں بھی غیر معمولی طور پر مقبول ہوئی اور برٹش انڈیا کے مسلم زعماء نے دل کھول کر خراجِ عقیدت پیش کیا اور اسے ایک بے مثال اسلامی خدمت سے تعبیر کیا۔ اس سلسلہ میں حضور کی خدمت میں متعدد خطوط موصول ہوئے جو خدا کے فضل سے شعبہ تاریخ احمدیت کے خصوصی ریکارڈ میں محفوظ ہیں ذیل میں بعض خطوط کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱- سر عبدالقادر (ممتاز مسلم لیڈر نے لکھا:-
(یہ خط پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے)

Dilkusha
Temple Road
Lahore
۱۰ رنومبر ۱۹۳۰ء

مکرمی جناب تقدس مآب مرزا صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"عنایت نامہ آج ہی ملا اور اس کے ساتھ آپ کی انگریزی کتاب جس میں ہندوستان کی سیاسی مشکلات کا حل آپ نے لکھا ہے۔ میں آپ کا ممنون ہوں آپ نے مجھے اپنے قیمتی خیالات سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔ میں کتاب کو شوق سے پڑھونگا اور شوق سے کسی وقت تبادلہ خیالات کے موقع کا منتظر رہوں گا۔ آپ نے واقعی بڑی ہمت کی کہ تھوڑے وقت میں اس اہتمام کے ساتھ کتاب لکھکر اور ترجمہ کرا کے ممبران گول میز کانفرنس اور دیگر اکابرِ انگلستان کے پاس اپنی رائے پہنچا دی ہے۔

مجھے بھی شملہ پر آپ سے نہ مل سکنے کا افسوس رہا۔ خدا نے چاہا تو اب لاہور میں ملاقات ہوگی آپ سرما ایک آدھ مرتبہ تو تشریف لایا کرتے ہیں جب تشریف لائیں تو مجھے بھی اطلاع ہو جائے تاکہ کہیں مل بیٹھنے کا بندوبست کیا جا سکے۔

(والسلام راقم عبدالقادر)

۲- معروف مشہور لیڈر ابو عامر اقبال احمد انصاری کی طرف سے حسبِ ذیل مکتوب پہنچا
(یہ خط بھی غیر مطبوعہ ہے)

عمدہ و نفیس! پانی پت فیض منزل
۶ رشوال ۱۳۴۹ھ - چٹھی ۱۵۸۱ء

حضرت مرزا صاحب قبلہ
سلام علیک
مزاج عالی!

"جناب نے "سیاسی مسئلہ کا حل" تصنیف فرما کر مسلمانوں، ہندوستان، حکومت پر جو احسان اور خدمت انجام دی ہے اس پر جناب کی ذاتِ شریف مستحق مبارکباد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب نے اپنے اعلیٰ منصب کا وہ فرض جو آپ پر عائد ہوتا تھا بدرجہا اولیٰ طریق پر ادا فرمایا "الحمد للہ علیٰ ذالک" میں آخر میں پھر ایک مرتبہ ہدیہ تبریک پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں

فقط والسلام
خیر طلب
ابو عامر اقبال احمد انصاری

۳- علی گڑھ یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور مسلمانوں کے ممتاز لیڈر لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے لکھا:-

Etawah, U.P.
opium House.

Your Holiness,

I read the book with greatest interest and I request you to distribute it very widely in Europe. you may please send a copy to every member of the Parliament (House of commons and House of Lords) and to every Editor of a paper in England. The book requires wider circulation in England than in India.

your Holiness has rendered great service of Islam.

your respectfully
Ziauddin Ahmad.

"میں نے جناب کی کتاب نہایت دلچسپی سے پڑھی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی یورپ میں بہت اشاعت فرمائیں۔ ہر ایک ممبر پارلیمنٹ کو ایک ایک نقل ضرور بھیج دی جائے اور انگلستان کے ہر مدیر اخبار کو بھی ایک ایک نسخہ ارسال فرمایا جائے اس کتاب کو ہندوستان کی نسبت انگلستان میں زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے جناب نے اسلام کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔"

۴- مشہور مسلمان سیاسی لیڈر اور سابق گورنر مغربی پاکستان یوسف ہارون اور موجودہ وزیر داخلہ محمود ہارون صاحب کے والدِ گرامی سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب ایم ایل اے کراچی نے لکھا:-

"In my opinion some suggestion for the solution of the Indian problem is one of the best political books ever written in Indian"

میری رائے میں سیاست کے باب میں آجتک جس قدر کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں ان میں کتاب "ہندوستان کے سیاسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسئلہ کا حل چوٹی کی تصانیف میں سے ہے جہاں تک اسلامی پریس کا تعلق ہے بالخصوص اخبار "انقلاب" اخبار "سیاست" (لاہور) اور اخبار "ہمت" (لکھنو) نے اس پر شاندار تبصرے کئے جو ہدیہ قارئین ہیں:

۱- اخبار "انقلاب" کے ریویو کا متن یہ تھا کہ

سائمن رپورٹ اور مسلم مطالبات
امام جماعت احمدیہ کی تازہ تصنیف

جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے اسلامی حقوق کی حفاظت کے سلسلے میں اب تک جو سرگرم کوشش فرمائی ہیں وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں ہیں۔ اب آپ نے سائمن رپورٹ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے ایک مفصل تنقید لکھی ہے جو انگریزی زبان میں کم و بیش ساڑھے چار سو صفحے کی کتاب کی شکل میں چھپی ہے۔ جناب مرزا صاحب نے ۲۰ ستمبر سے تحریر کا سلسلہ شروع کیا تھا اور ۲۲ اکتوبر کو اسے مکمل کر دیا۔ چونکہ اصل غرض یہ تھی کہ یہ تنقید اسلامی حقوق و مطالبات کے متعلق گول میز کانفرنس کے شرکاء کی راہنمائی کا ذریعہ بن سکے اس لیے اسے جلد مکمل کر کے بصورت مطبوعہ ولایت پہنچانے کی غرض سے جناب ممدوح کو اکثر و بیشتر رات کے دو دو تین تین بجے تک کام کرنا پڑا۔ آخری نشست میں آپ مسلسل تین گھنٹے تک مصروف تحریر رہے۔ یہ کتاب اردو میں بھی جلد چھپ جائیگی اور ہم اس کے اہم حصوں کو انقلاب کے ذریعہ سے قارئین کرام تک پہنچا سکیں گے۔"

("انقلاب" یکم نومبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۱)

اسی طرح اس نے ۱۶ نومبر ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں لکھا کہ:-

"جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا۔ جو مرزا صاحب نے انجام دیا۔"

۲- "اخبار سیاست" لاہور (مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۳۲ء) نے لکھا کہ:-

"مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدانِ تصنیف و تالیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و افادہ ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاست میں اپنی جماعت کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں آپ نے جس اصولِ عمل کی ابتداء کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ بھی ہر منصف مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراجِ تحسین وصول کر کے رہتا ہے۔ آپ کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ پیش کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابلِ تعریف کام کیا ہے۔ زیر بحث کتاب سائمن رپورٹ پر آپ کی تنقید ہے جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے آپ کی وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا طرزِ بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے آپ کی زبان بہت شستہ ہے۔"

۳- لکھنو کے با اثر مسلم اخبار "ہمت" (۵ دسمبر ۱۹۳۰ء) نے حسب ذیل تبصرہ کیا۔

"ہمارے خیال میں اس قدر ضخیم کتاب کا اتنی قلیل مدت میں اردو میں لکھا جانا انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہونا۔ اغلاط کی درستی، پروف کی صحت اور اس سے متعلق سینکڑوں دقتوں کے باوجود تکمیل پانا اور فضائی ڈاک پر لندن روانہ کیا جانا اس کا بیّن ثبوت ہے مسلمانوں میں بھی ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے اندر نقطہ نظر کے مطابق اپنے فرائض سمجھ کر وقت پر انجام دیتی ہے اور نہایت مستعدی اور تندہی کے ساتھ۔ غرضیکہ کتاب مذکورہ ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مزین اور دیکھنے کے قابل ہے۔"

۱۹۴۵-۴۶ء کے انتخابات میں تحریکِ پاکستان کی زبردست تائید

۶- تحریک پاکستان کی تاریخ میں ۱۹۴۵-۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات سے بڑھ کر نازک دور نہیں آیا۔ یہ وہ دور تھا جب کہ قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں ایک فیصلہ کن آئینی جنگ لڑی جا رہی تھی اور ملت اسلامیہ زندگی اور موت کی کشمکش سے دوچار تھی اور پاکستان دشمن عناصر ایک متحدہ محاذ کی شکل میں پاکستانی سکیم کو ملیا میٹ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اور ان کی سازش تھی کہ مسلمانانِ ہند اس الیکشن کو شرعاً حرام قرار دے کر یا تو اس کا سرے سے ہی بائیکاٹ کر دیں (رسالہ ترجمان القرآن" ستمبر ۱۹۴۵ء ص ۱۸۹) یا کانگرس اس کی ہم خیال مسلمان جماعتوں کو ووٹ دیں تا پاکستان کے معرض وجود میں آنے کا امکان ہی معدوم ہو جائے۔ ان لوگوں کا یہ پروپیگنڈا کس درجہ زہریلا، مہلک اور مغالطہ انگیز اور گمراہ کن تھا اس کے بہت سے پمفلٹ رسائل اور ہینڈ بل جو اس زمانے کی یادگار ہیں میرے پاس

آج تک محفوظ ہیں

بطور نمونہ "نامی پریس" پلیہ اخبار سٹریٹ کے ایک دو ورقہ کے چند فقرات ملاحظہ ہوں۔

"برادرانِ اسلام! آنے والا الیکشن ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی آزادی کا بنیادی پتھر ہے۔ اس پتھر کو سیدھا اور صحیح رکھنے کی کوشش کیجئے اور خوشنما نعروں، غلط وعدوں، جھوٹی خبروں اور دولت مندوں کے بچھائے ہوئے دوسرے خطرناک جالوں میں گرفتار ہونے سے اپنے آپ کو بچائیے اور نوابوں۔ راجاؤں۔ سروں اور خان بہادروں کو جو انگریزی حکومت کے بلاشبہ ایجنٹ ہیں۔ قطعاً مایوس کر دیجئے۔

کرنل لارنس نے ملک عرب کو تقسیم کرا کر عرب قوم کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کا غلام بنا کر خوفناک مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ مسلم لیگ پاکستان کے نام سے ہندوستان کی تقسیم کرا کر اس کے مختلف حصوں کو ہمیشہ کے لیے انگریز کے پنجۂ آہنی میں پھنسا دینا چاہتی ہے۔ اس کے نعرۂ اسلام اور مسلم لیگ کے فریب سے بچو۔ ہمارا نعرہ پاکستان انگریز ایجنٹوں کا فریب ہے آزاد ہندوستان میں، آزاد اسلام۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے ——— سچائی کو فتح نصیب ہو۔"

خلیل صحافی کا چشمدید بیان ہے کہ:-

"۱۹۴۴ء میں قائداعظم نے مجھے حکم دیا کہ ذرا پاکستان کے حق میں رائے عامہ معلوم کی جائے قائداعظم قوم کے بہت بڑے نباض تھے وہ خوب سمجھتے تھے کہ بالآخر عوام کو پاکستان کی طرف جھکنا ہی پڑے گا۔ میں ان دنوں روزنامہ "احسان" میں ادارتی فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ میں نے اپنے ذرائع سے معلوم کیا کہ اکثر اضلاع میں مسجد کا مولوی پاکستان کے خلاف تھا وہ قرآن کی ایک سورت تلاوت کرنے کے بعد ہر جمعہ مسلمانوں کو تلقین کرتا کہ قرآن کی رُو سے پاکستان حرام ہے۔"

(امروز ۱۶ مارچ ۱۹۷۷ء صفحہ ۳)

(خلیل صحافی)

خدانخواستہ اگر یہ نہایت خوفناک زہریلا پروپیگنڈا کامیاب ہو جاتا تو آج برصغیر کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ اور مسلمان (انگریز کے چلے جانے کے بعد) ملک کی غیر مسلم اکثریت کے دائمی غلام بن جاتے اور اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکتا۔ اس نازک ترین موقع پر حضرت مصلح موعود کی قیادت میں جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں نے جس سرفروشی، جاں نثاری اور بے جگری کے ساتھ تحریک پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالے اس کی مثال ہندوستان کی کسی اور مذہبی جماعت میں تلاش کرنا بے سود ہے مولانا سید رئیس احمد جعفری اپنی شہرۂ آفاق "تاریخ مسلم لیگ یا حیات محمد علی جناح" میں اصحاب قادیان اور پاکستان کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں:-

"اب ایک اور دوسرے بہت بڑے فرقہ، اصحاب قادیان کا مسلک اور رویہ پاکستان کے بارہ میں پیش کیا جاتا ہے حقائق ذیل سے اندازہ ہو جائے گا کہ اصحاب قادیان کی افادیت اور مسٹر جناح کی سیاسی قیادت کی معترف اور مداح ہیں۔ ....."

مرزا محمود احمد صاحب کا بیان

قادیانی گروہ کے "امام جماعت" مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ایک طویل بیان اس سلسلہ میں شائع فرمایا۔ جس کے جستہ جستہ حصے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

"کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے مفاد کا دیانت داری سے خیال رکھنا یا ایسا کرنے کا دعویٰ دار ہونا اسے اس کی نیابت کا حق نہیں دے دیتا کیا کوئی وکیل کسی عدالت میں اس دعویٰ کے ساتھ پیش ہو سکتا ہے کہ میں مدعی یا مدعا علیہ کے وکیل سے زیادہ سمجھدار ہوں اور دیانت داری سے اس کے حقوق کو پیش کر سکوں گا۔ کیا کوئی عدالت اس وکیل کے ایسے دعویٰ کو باوجود سچا سمجھنے کے قبول کر سکے گی؟ اور کیا اس قسم کی اجازت کی موجودگی میں ڈیموکریسی ڈیموکریسی کہلا سکتی ہے۔" آگے چل کر موصوف فرماتے ہیں:-

"کانگرس کے اس اعلان نے کہ اب وہ مسلم لیگ سے بات نہیں کرے گی بلکہ مسلمان افراد سے خطاب کریگی میرے جذبات کو بالکل بدل دیا اور میں نے محسوس کیا کہ جو لوگ دروازہ سے داخل ہونے میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ناکام رہے ہیں اب وہ مرنگ لگا کر داخل ہونا چاہتے ہیں اور اس کے معنی مسلم لیگ کی تباہی کے نہیں، بلکہ مسلم کیریکٹر اور مسلم قوم کی تباہی ہے پس اسی وقت سے میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک یہ صورت حالات نہ بدلے ہمیں مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہیئے۔"

جناب موصوف اپنی جماعت کے اصحاب کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہیئے تاکہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوفِ تردید کانگرس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور دوسری جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس پچاس سال تک انکا سنبھلنا مشکل ہو جائیگا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی عقلمند آدمی اس حالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لینے کو تیار ہو۔ پس میں اس اعلان کے ذریعہ تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں۔"

یونینسٹوں کے بارہ میں جناب مرزا صاحب نے فرمایا:-

"جب تک یونینسٹ پارٹی، اپنی پالیسی کی ایسی وضاحت نہیں دیتی جس سے اس کا مسلم لیگ کی مرکزی پالیسی سے پورا تعاون اور تائید ثابت ہو، اور جس کے بعد شملہ کانفرنس والے حالات کا اعادہ ناممکن ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی احمدی کو یونینسٹ ٹکٹ پر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے مسلم قوم کی مرکزیت، پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید مسلمانوں کے پاس انگیز مستقبل پر تشویش، عامۃ المسلمین کی اصلاح و فلاح نجاح و مرام کی کامیابی تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ کا داعی اور امام الہند؟ نہیں پھر کیا جانشین شیخ الہند اور دیوبند کا شیخ الحدیث؟ وہ بھی نہیں؟ پھر کون وہ لوگ جن کے خلاف "کفر" کے فتووں کا پشتارہ موجود ہے۔ جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے۔ جن کا ایمان جن کا عقیدہ مشکوک مشتبہ اور محلِ نظر ہے۔ کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی زندانِ قدح خوار ہوئے

("تاریخ مسلم لیگ" ناشر کتب خانہ تاج آفس۔ نیپئر روڈ۔ کراچی)

("قائد اعظم اور ان کا عہد" صفحہ ۴۲۰-۴۲۲۔ ناشر مقبول اکیڈمی شاہ عالم گیٹ لاہور)

پاکستان کے شاندار نصب العین کے بارے میں ایک ولولہ انگیز بیان اور آفاقی نظریہ:-

۷ ہ حضرت مصلح موعود ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان میں تشریف لے آئے اور پھر آخر دم تک قیام پاکستان کی طرح استحکام پاکستان کی جدوجہد میں سرگرم عمل رہے اس سلسلہ میں آپ کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ کہ آپ نے مسلمانانِ پاکستان کو تحریکِ پاکستان کے حقیقی اور عالمگیر تخیل سے آگاہ کیا اور پوری قوت اور شوکت کے ساتھ ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ:-

"پاکستان کا مستقبل محض اسلام کو اپنی عملی زندگی میں داخل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اس بنیاد پر کیا تھا کہ ہماری تہذیب الگ ہے اور ہندو تہذیب الگ۔ جب مسلمانوں نے یہ مطالبہ کیا اس وقت پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے ایک مضمون لکھا تھا۔ کہ بتاؤ تمہاری کون سی تہذیب ہے جو ہندوستانی تہذیب سے الگ ہے ہم اس وقت کہہ سکتے تھے کہ یہ چیز عمل سے تعلق رکھتی ہے عمل کا موقع آئے گا تو ہم تمہیں بتائیں گے کہ ہماری تہذیب کون سی ہے مگر اب جبکہ ہمیں اس تہذیب کو قائم کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ پنڈت نہرو اور ان کے ساتھی اگر ہم سے یہ سوال کریں کہ وہ کون سی تہذیب ہے جس کے لئے تم نے پاکستان مانگا تھا تو یقیناً وہ اپنے اس مطالبہ میں حق بجانب ہوں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ جس تہذیب کے بچانے کا ہم دعویٰ کر رہے تھے وہ ایرانی نہیں تھی۔ نہ وہ پٹھانی، بلوچی، سندھی، پنجابی یا بنگالی تہذیب تھی کیونکہ نہ ہم سارے ایرانی تھے نہ ہم سارے پٹھان تھے۔ نہ ہم سارے بلوچی تھے، نہ ہم سارے سندھی تھے۔ نہ ہم سارے پنجابی تھے نہ ہم سارے بنگالی تھے۔ پھر وہ کیا چیز تھی۔ جس کے لئے ہم سب لڑ رہے تھے۔ یقیناً اسلام ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہم سب میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے اور اسلامی تہذیب ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے قیام کا ہم میں سے ہر شخص خواہشمند تھا۔ اس تہذیب کے قیام کے لئے ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ اب جبکہ علیحدگی ہو چکی ہے سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے وہ غرض پوری کر لی ہے جس کے لئے ہم نے علیحدگی طلب کی تھی۔ اگر ہم نے اس غرض کو پورا نہیں کیا تو دنیا ہمیں کہے گی کہ تم نے غلط دعویٰ کیا تھا۔ درحقیقت تم اپنی ذاتی حکومت چاہتے تھے مگر ناواقف لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے تم نے اسلامی تہذیب کے نام سے شور مچا دیا۔ مختصر لفظوں میں میں یوں سمجھتا ہوں کہ ہماری لڑائی اس لئے نہیں تھی کہ ہم اپنے لئے گھر مانگتے تھے بلکہ ہماری لڑائی اس لئے تھی کہ اس ملک میں ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی گھر نہیں تھا ہم ایک زمین چاہتے تھے۔ جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کہا جا سکے ہم ایک حکومت چاہتے تھے۔ جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کہا جا سکے اور یہی اصل محرک پاکستان کے مطالبہ کا تھا۔ پس انفرادی اور قومی زندگی میں اسلام کو داخل کرنا ہمارا سب سے پہلا اور اہم فرض ہے اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یقیناً ہم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں سمجھے جا سکتے مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بات بھی کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ ہم نے ساری دنیا میں اسلام کو قائم کرنا ہے اور ساری دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جھنڈا بلند کرنا ہے پس پاکستان کا اس منزل کے حصول کے لئے یقیناً ایک قدم تو ہے مگر بہرحال وہ ایک اینٹ ہے اس عمارت کی جو ہم نے ساری دنیا میں قائم کرنی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عظیم الشان مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جس قدر بھی قربانیاں کر سکیں۔ ان سے کبھی دریغ نہ کریں۔"

("الفضل" ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۵-۶)

تقریر ۴ جولائی ۱۹۴۸ء بمقام ٹاؤن ہال کوئٹہ

دعا خدا کرے حضرت مصلح موعود کا پیش فرمودہ تخیل اسلامستان پندرھویں صدی ہجری میں عملی شکل اختیار کرے اور جس طرح حضور تحریکِ پاکستان کے جہاد میں مصروف رہے ہر پاکستانی مسلمان اس عظیم مملکت کے شاندار مستقبل کو قریب تر لانے کے لئے پوری طرح واقف ہو جائے عوامی خواہشات اور اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس کی بجائے قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے تا خدا کے دفتر میں بھی حقیقی مسلمانوں میں داخل ہو جائے اور "عالمگیر پاکستان" کا وجود بچشم خود مشاہدہ کرنے میں کامیاب ہو سکے آمین۔

بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نور نبوت خدا کرے
قائم ہو پھر سے حکم محمد جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

ہمارا پیارا پاکستان

یہاں جاری ہیں چشمے علم و عرفان و ہدایت کے

الٰہی ارضِ پاکستان رشکِ صد گلستاں ہو
پہاں کا ذرہ ذرہ تیرے نوروں سے درخشاں ہو
فضاؤں میں سدا لہرائے پاکستان کا پرچم
ہم اس کی پاسبانی فخر سے کرتے رہیں ہر دم
غلامانِ شہنشاہِ رسولاں کا وطن ہے یہ
شہیدانِ وفا نے جس کو سینچا وہ چمن ہے یہ
نشاں ہے لاجرم یہ اُمتِ احمدؐ کی عظمت کا
جہاں کے کلمہ گوؤں کے وقار و شان و شوکت کا
یہیں قاسمؒ نے سب سے پہلے پرچم حق کا گاڑا تھا
یہیں اہلِ صنم کو اہلِ غزنی نے پچھاڑا تھا
یہاں جاری ہیں چشمے علم و عرفان و ہدایت کے
یہاں بہتے ہیں دھارے حق کی رحمت اور عنایت کے
ہوئے ظاہر اسی خطہ سے ہیں مامورِ ربانی
غلام و جانشین و خادمِ محبوبِ سبحانی
یہ گہوارہ ہے دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت کا
یہاں مرکز ہے حزب اللہ کی راشد خلافت کا
یہاں سے ساری دنیا کو مجاہد دیں کے جاتے ہیں
جو ہیں بھٹکی ہوئی قومیں انہیں کلمہ پڑھاتے ہیں
اسی دھرتی سے کل عالم میں اب اسلام پھیلیگا
مٹے گا شرک کیسر اور خدا کا نام پھیلے گا
وطن کو میرے یارب تو نئی تابندگی دے دے
نئی قوت، نئی شوکت، نئی پائندگی دے دے
ملے توفیق ہر دم عدل اور انصاف کی سب کو
ہر اک حالت میں رکھیں یاد اپنے خالق و ربّ کو

(محمد صدیق امرتسری ایم اے سابق مبلغ مغربی افریقہ)